P L D 1981 F S C 329

روبروئے جناب جسٹس آفتاب حسین صدر عدالت، جناب جسٹس کریم اللہ درانی، جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق، جناب جسٹس پیر کرم شاہ،

جناب جسٹس محمد تقی عثمانی و جناب جسٹس ملک غلام علی ___ اراکین

اقبال حسین ___ اپیلانٹ

بنام

سرکار ___ مسئول الیہ

فوجداری جیل اپیل نمبر ۲۰/الف ۱۹۸۱ء، منفصلہ ۱۳ جون ۱۹۸۱ء۔

(a) Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance (VII of 1979)___

___ ___ دفعات ۱۰ و ۱۸ ___ ارتکاب زنا بالجبر ___ مظلومہ لڑکی کو گھر سے باہر گلی میں دیکھ کر ملزم کا لڑکی کو فعل بد کی غرض سے بیٹھک میں لے جانے کا خیال پیدا ہونا۔ جرم کی نیت یا ارادہ کی تکمیل ___ لڑکی کو بہلا پھسلا کر یا لالچ دے کر بیٹھک میں لے جانا ___ جرم کے ارتکاب کی تیاری ___ ملزم کا اپنی شلوار اتار دینا نیز بذمرہ تیاری ارتکاب جرم مابعد ملزم کا مظلومہ کو برہنہ کرنا اور بعدہ، اس کے ساتھ فعل بد کی خواہش ___ تکملۂ جرم کی جانب عملی اقدام ___ مظلومہ کی چیخ و پکار پر گواہوں کی آمد سے ملزم کے ارادہ اور اقدام کو زنا بالجبر کی حد تک نہ پہونچنے دینا ___ جرم کی تکمیل میں مانع نہیں ___ بنابریں تجویز ہوا کہ ملزم اپیلانٹ کو زیر دفعہ ۱۰ بہ اشتراک دفعہ ۱۸ آرڈیننس نمبر ۷، ۱۹۷۹ء مجرم قرار دینا لائق حرف گیری نہیں اور ملزم کے خلاف اقدام زنا بالجبر کا جرم بغیر کسی شک وشبہ کے ثابت کرنے میں استغاثہ مکمل کامیاب ہوا ___

Ashique v. State PLD 1950 Lah. 147 and state v. Illahi Bakhsh PLD 1959 S C (Pak.) 1 ref.

(b) Appeal (criminal)___

___ ___ مقدمات فوجداری ___ ارتکاب زنا بالجبر ___ شہادت گواہ کم سن ___ کم سن بچی کو بہ نیت ارتکاب جرم زنا بالجبر بیٹھک میں لے جا کر برہنہ کرنا اور زنا بالجبر کے ارتکاب

[illegible] ___ [illegible] پیدا شدہ حالات [illegible]

جزئیات کے ذہن نشین رکھنے اور مہینوں کے بعد ان کا من وعن بیان کر دینے کی توقع رکھنا ___ امر دور از کار ___ مظلومہ کی عمر کے پیش نظر اس کے بیان کو شہادت کے عام معیاری پیمانوں سے نہیں جانچا جا سکتا۔ [Evidence ___ Rape]

(a) Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance (VII of 1979)___

___ ___ دفعات ۱۰ اور ۱۸ ___ ارتکاب زنا بالجبر ___ سزا ___ مجرم اپیلانٹ ۱۷ یا ۱۸ سال کا آشفتہ سر نوجوان ___ قوم کے کچھ بچوں کا جوانی کی حدود میں داخل ہوتے ہی سفلی جذبات سے مغلوب ہو جاتا ___ نہایت قابل افسوس امر ___ تاہم مجرم اپیلانٹ کو ۵ سال کی قید بامشقت جہاں بار گراں، وہاں دوسری طرف مظلومہ کی ذہنی و روحانی اذیت کے معاوضہ کا بھی فیصلہ ___ عدالت ماتحت میں اہتمام نہیں ___ نیز سزائے جرمانہ بھی بہت کم تجویز کی گئی ___ سزائے جرمانہ کو بڑھا کر مظلومہ کو مجرم کی طرف سے پہنچائی گئی اذیت کا ازالہ بہت ضروری ___ تجویز ہوا کہ یہ تقاضائے انصاف مجرم کی سزائے قید میں تخفیف کر کے معیاد قید تین سال مقرر کی جائے ___ سزائے جرمانہ مبلغ ایک ہزار روپیہ کو بڑھا کر مظلومہ کو مجرم کی طرف سے پہنچائی گئی اذیت کا ازالہ بہت ضروری ___ تجویز ہوا کہ یہ تقاضائے انصاف مجرم کی سزائے قید میں تخفیف کر کے معیاد قید تین سال مقرر کی جائے ___ سزائے جرمانہ مبلغ ایک ہزار روپیہ کو بڑھا کر تین ہزار روپیہ کر دی جائے

(بصورت عدم ادائیگی ایک سال قید سخت مزید بر آں)

اور بصورت وصولیابی زر جرمانہ کل رقم مظلومہ کو اس کے والد کی توسط سے بطور معاوضہ زیر دفعہ ۵۴۵ مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء ادا کی جائے۔

Criminal Procedure Code (V of 1898), S.545.

برائے اپیلانٹ ___ خواجہ محمد فاروق، ایڈووکیٹ

برائے مسئول الیہ ___ حافظ ایس۔ اے رحمان، ایڈووکیٹ

تاریخ سماعت ___ ۱۶ اگست ۱۹۸۱ء

فیصلہ

کریم اللہ درانی، رکن ۔ یہ اپیل محمد اقبال المعروف بالا پسر غلام محمد ذات حجام سکنہ موضع ڈنگ داخلی کھولا تحصیل وضلع میانوالی نے جناب اختر محمود خان صاحب ایڈیشنل سیشن جج میانوالی کے فیصلہ مقررہ بتاریخ ۲۴ اگست ۱۹۸۱ء کے خلاف جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ نمبر ۲۰ کے تحت پیش کی ہے ۔ جس کی رو سے اپیلانٹ کو زیر دفعات نمبر ۱۰، نمبر ۱۸ آرڈیننس مذکورہ اقدام زنا بالجبر کا مجرم قرار دیا جا کر ۵ سال قید سخت، ۵ درے اور ایک ہزار روپے جرمانہ بصورت عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ کی مزید قید بامشقت کی سزا دی گئی ۔

ابتدائی اطلاعی رپورٹ کے مطابق جو تھانہ کندیاں ضلع میانوالی میں گ ۔ ۱ شیر محمد نے ۳ جنوری ۱۹۸۱ء کو بوقت سوا آٹھ بجے صبح درج کروائی استغاثہ کی کہانی مختصراً یوں ہے ۔ کہ ۲ جنوری ۱۹۸۱ء کو شاکی اپنے ایک بیٹے صدیق سے جو شاہ پور صدر جیل میں مقید ہے ۔ ملاقات کے لئے گیا ہوا تھا ۔ رات کو واپس آیا تو اس کی ۱۰/۹ سالہ بیٹی مسماۃ غلام سکینہ جو سہمی ہوئی رو رہی تھی ۔ بتایا کہ بوقت ظہر جب اس کی ماں گھر میں موجود نہ تھی ۔ اور وہ باہر گلی میں کھیل رہی تھی ملزم ایسے پیسے دینے کا لالچ دے کر اور پھسلا کر ان کے گھر کی بیٹھک میں لے آیا جہاں اس نے اپنی اور مذکورہ کی شلواریں اتاریں اور اسے زنا بالجبر کرنے کے لئے پکڑ لیا ۔ لڑکی کے شور و غوغا پر یوسف ولد غلام محمد گواہ استغاثہ نمبر ۴ اور مسمیان غلام حسن و اقبال محمد (جنہیں بطور گواہ پیش کیا گیا) کی آمد پر ملزم بیٹھک کے دوسرے دروازے سے بھاگ کر نکل گیا ۔

فاضل عدالت نے ملزم اپیلانٹ پر جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعات نمبر ۱۱ اور ۱۰ باشتراک نمبر ۱۸ کے تحت فرد جرم عائد کی تھی ۔ جس کی صحت سے انکار پر ملزم کے خلاف مقدمہ کی سماعت ہوئی ۔

استغاثہ نے الزام ثابت کرنے کی سعی میں وقوعہ کے عینی شاہدوں کے طور پر مسماۃ غلام سکینہ گ ۔ ۱ (۳) (جسے آئندہ مظلومہ کہا جائے گا) ۔ اور یوسف ولد غلام محمد گ ۔ ۱ (۴) کے بیانات پر اکتفا کیا ۔ شیر محمد مستغیث گ ۔ ۱ (۲) نے اپنی درج کروائی ہوئی ابتدائی اطلاع رپورٹ کو صحیح قرار دیا ۔ اور گ ۔ 1 (1) کے نقشہ انگریزیٹ P.C. جو تفتیشی افسر گ ۔ 1 (5) نے مرتب کیا ہے کہ مطالعہ سے استغاثہ کی کہانی کو تقویت نہیں ملتی ۔ اور یہ کہ واقعات مقدمہ سے اقدام زنا بالجبر کا جرم ثابت نہیں ہوتا ۔ موخر الذکر استدلال کی تائید میں فاضل وکیل صاحب نے متعدد نظائر حاصل کرنے کی سعی کی ہے ۔ اب ہم ان دلائل کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں ۔

مذکورہ دلائل میں سے پہلی دلیل اس امر پر مبنی ہے کہ جہاں مظلومہ نے اپنے اصل بیان میں یہ کہا ہے کہ میرے شور و غوغا پر میرا بھائی اقبال اور غلام حسین اور یوسف گواہ استغاثہ موقعہ پر آ پہنچے ۔ جنہیں دیکھ کر ملزم موقعہ سے بھاگ گیا ۔ وہیں جرح میں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ جب گواہ بیٹھک میں داخل ہوئے تو ملزم اقبال ذرا پہلے وہاں سے فرار ہو چکا تھا ۔ یہ بادی النظر میں ایک تضاد محسوس ہوتا ہے ۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو شہادت کے یہ دونوں ٹکڑے ایک دوسرے کے متناقض نہیں ہیں ۔ نقشہ موقعہ اور بیانات سے ظاہر ہے کہ جائے وقوعہ مستغیث کے مکان کی بیٹھک ہے ۔ جس کا ایک دروازہ شارع عام کی طرف اور دوسرا مکان کے اندر کھلتا ہے ۔

اس لئے مکان کے اندر سے متعدد افراد کا بھاگ کر موقعہ پر پہنچنا اس امر کو بعید از امکان قرار نہیں دیتا ۔ کہ بیٹھک کے اندر ملزم کو ان کے آمد کا، ان کی نقل و حرکت کی آوازیں سن کر یا کسی اور طرح احساس ہوا ہو اور وہ ان کے بیٹھک میں قدم رکھنے سے پہلے فرار ہو گیا ہو ۔ یا جب گواہ بیٹھک میں ایک دروازے سے داخل ہو رہے ہوں ۔ وہ دوسرے سے نکل جا چکا ہو ۔ بہر کیف ایک کم سن بچی سے وقوعہ سے پیدا شدہ حالت اضطراب و ہراس میں واقعہ کی تمام جزئیات کے ذہن نشین رکھنے اور مہینوں کے بعد ان کا من و عن بیان کر دینے کی توقع رکھنا ایک دور از کار بات ہو گی ۔ اس لئے مظلومہ کی عمر کے پیش نظر اس کے بیان کو شہادت کے علم معیاری پیمانوں سے جانچا نہیں جا سکتا ۔ اس کے مقابلے میں یوسف گ ۔ 1 (4) کا بدوران جرح بیان یہ ہے کہ "یہ درست ہے کہ جب ہم کمرہ میں داخل ہوئے تو ملزم اقبال کمرہ میں تھا وہ ہمیں دیکھتے ہی بھا

مکان کے دروازہ سے نکل کر بھاگ گیا۔" اب گواہ کے بیان کا یہ خط کشیدہ جملہ (خط میں نے کھینچا ہے) جو انگریزی کے ان الفاظ کا ترجمہ ہے۔

"......simultaneously ran away from the other door on seeing us."

کسی طرح بھی مظلومہ کے بیان کی نفی نہیں کرتا۔ اور اس ظاہری تضاد پر فاضل وکیل صاحب نے جو عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ اس کے لئے بنیاد فراہم نہیں کرتا۔
صفائی نے اس گواہ کے بیان کی صحت اس بنا پر زیر بحث لانے کی کوشش کی ہے۔ یہ گواہ مستغیث کا رشتہ دار ہے۔ اور اس لئے غلط بیان دے رہا ہے۔ مگر گواہ مذکور نے اسی مفروضہ کی تردید کر دی ہے۔ اور صفائی نے اور کسی ذریعہ سے اس کا مستغیث سے رشتہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لئے کوئی وجہ پائی نہیں جاتی کہ اس گواہ کی صداقت پر اعتبار نہ کیا جائے۔
بالکل اس طرح مظلومہ کے لئے جو ایک کم سن بچی ہے۔ ملزم پر ایسا گھناؤنا الزام غلط عائد کرنے کا کوئی جواز شہادت میں سامنے لانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ البتہ شیر محمد مستغیث گ۔1(2) کے خلاف صفائی کی طرف سے یہ موقف ضرور اختیار کیا گیا کہ اس نے مبلغ 3,000 روپیہ ملزم کے والد سے قرض لئے تھے۔ اور ان کی ادائیگی کے مسلسل مطالبہ نے بنائے عناد مہیا کر کے اسے غلط الزام تراشی پر اکسایا ہے۔
اس الزام کی صحت مستغیث نے قطعاً تسلیم نہیں کی۔ اور صفائی نے اس ادعا کی تائید میں کوئی مواد مہیا نہیں کیا۔ بلکہ ملزم کا باپ یا کوئی اور واقف کار صفائی کے گواہ کے طور پر اس ضمن میں پیش کرنے کا تکلف بھی نہیں کیا۔ اس لئے یہ تصور کرنے میں باک نہیں ہوتا کہ وجہ عناد کے اظہار کے لئے ایک اٹکل پچو بات بدوران شہادت کھڑی گئی تھی۔ جسے دفاع کسی اور ذریعہ سے تقویت دینے میں کامیاب نہیں ہوا۔ ان حالات میں یہ بات بعید از فہم ہے کہ مستغیث، مظلومہ اور یوسف گواہ تینوں بلاوجہ ملزم کے خلاف اتحاد کر لیں اور ایسی الزام تراشی کریں۔ جس میں ایک کم سن لڑکی کی عفت ملوث ہو جائے ملزم کے فاضل وکیل نے نقشہ سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر بیٹھک کے بیرونی دروازہ سے گواہ داخل ہوئے جیسا کہ مظلومہ نے خود بتایا ہے کہ اس کے کہنے کے مطابق ملزم نے داخل ہونے پر اندر سے کنڈی لگا دی تھی۔ اور اسی صورت میں کہ بیٹھک کا دوسرا دروازہ گھر کے اندرونی حصہ میں کھلتا تھا۔ ملزم کا موقعہ واردات سے فرار بعید از قیاس ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ مظلومہ نے یہ بھی کہا ہے کہ گواہ گلی کی طرف سے آئے جب کہ اس کا بھائی اقبال گھر کی جانب کے دروازے سے جو جنوبی دروازہ ہے اندر آیا جس کے بالمقابل گ۔1(4) یوسف کا بیان ہے کہ وہ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد مستغیث کے گھر آیا تھا جب کہ انہوں نے بیٹھک سے شور سنا اور اس کی طرف لپکے اور انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر ملزم فرار ہو گیا۔ اسی گواہ کے بیان کی رو سے ملزم لامحالہ گلی کی جانب کھلنے والے بیرونی یعنی شمالی دروازہ سے باہر گیا ہے۔
اس لئے اس کی اپنی لگائی ہوئی کنڈی اس کے فرار میں حائل نہیں ہو سکتی تھی جو اندر سے لگی تھی جسے کھولنے میں اُسے مشکل نہ ہوئی ہوگی۔ اب مظلومہ کا یہ کہنا کہ اس کا بھائی اندر سے آیا اور گواہ باہر سے آئے۔ اس لئے اہمیت نہیں رکھتا کہ وقوعہ کے وقت اس کے ہوش و حواس کا اس قدر بجانہ ہونا کہ اسے تمام جزئیات صحیح اور درست یاد ہوں۔ جیسے پہلے کہا جا چکا ہے امر محال نہیں ہے اور مظلومہ کے ذہن کی اس وقت کی ہیجانی کیفیت جو ایسے واقعات کا منطقی نتیجہ ہوتی ہے کو ملحوظ نظر رکھنا پڑے گا۔ اس لئے یہ ایک بھول تو ہو سکتی ہے مگر اسے تضاد بیانی نہیں کہا جا سکتا۔
بہر کیف اگر ملزم مکان کے اندر کی طرف یعنی جنوبی دروازہ سے بھی بھاگا ہو تو شیر محمد مستغیث کے بیان کے مطابق مکان کی غربی دیوار میں ایک بڑا شگاف ہے جس سے نکل کر اس کا اپنے مکان میں چلا جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جب کہ ملزم کا رہائشی مکان بھی مستغیث کے مکان کی جانب غرب واقعہ گلی سے ملحق ہیں۔

اپیلانٹ کے فاضل وکیل صاحب نے شہادت کو بنیاد قرار دینے کی صورت میں متبادل بحث یہ کی ہے کہ اس شہادت سے ارتکاب اقدام زنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں ان کی دلیل یہ ہے۔ جس کے لئے انہوں نے متعدد نظائر سے استفادہ بھی کیا ہے کہ اقدام جرم کے قابل تعزیر جرم بننے کے چار مرحلے ہوتے ہیں۔ جن سے اس کا گزرنا لازمی ہوتا ہے۔ پہلا مرحلہ جرم کی نیت ہے۔ دوسرا اس کی تیاری کا اور تیسرا مرحلہ اس کے عملی اقدام کا ہوتا ہے۔ اور اگر یہ اقدام اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ارتکاب جرم مکمل ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے یہ اقدام ایسے مقصد میں ناکام ہو جائے تو جرم کے اقدام کی نوعیت بن جاتی ہے۔ اور جب کہ مجرم پہلی صورت میں جرم کی پوری سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ اور دوسری صورت میں زیر دفعہ نمبر 511 تعزیرات پاکستان یا آرڈیننس زیر بحث کی دفعہ نمبر 18 کے تحت نصف عقوبت تک کا سزاوار ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے قانون کے نقطہ نظر سے وزنی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور متعدد عدالت ہائے عالیہ اور پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے اقدام جرم کی یہی توضیح کی ہے۔ اور ارتکاب جرم اور اقدام جرم میں یہی ایک بین فرق ہے۔ مگر اقدام جرم کے مذکورہ تین مرحلے اور تکمیل جرم کے آخری مرحلے میں سے کوئی ایک اپنی نوعیت میں کس اہمیت کا حامل ہے۔

بالآخر ایک واقعاتی امر ہوتا ہے۔ اور ہر واردات جرم کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ہی اس کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ ''عاشق حسین بنام سرکار'' (1) میں اس نکتہ کی یوں توضیح کی گئی:۔

one committed in the course of in attempt is a question of fact. Acts remotely leading towards the commission of the offence are not to be considered as attempts to commit it, but acts immediately connected with it are. The difference between mere preparation and actual attempt to commit an offence consists chiefly in the greater degree of determination in attempt as compared with pre paration and such greater degree of determination may be estimated in various ways. Where an act towards the commission of an offence is illegal per se, if it is a proof of fixed determination. Where the act is open and not hidden, that is a further proof of determination."

متذکرہ بالا کلیہ کی روشنی میں ایک مثال یوں دی جاتی ہے کہ بندوق کی گولی سے اقدام قتل کے یہ تین مرحلے ہو سکتے ہیں۔ اول ملزم کا قتل کی نیت رکھنا۔ دوئم اس ارادہ کی تیاری میں بندوق حاصل کرنا یا بندوق میں گولی بھر کر آلہ قتل تیار کرنا یا کمین گاہ میں بیٹھنا۔ اب اگر بات ان دو مرحلوں سے آگے نہیں بڑھتی تو قانون کی نگاہ میں کوئی جرم نہیں ہوا لیکن اگر مذکورہ شخص نے فریق مخالف پر گولی داغ دی ہے۔ تو یہ اقدام قتل ہے۔ اور اگر اسی فائرنگ سے قتل وقوع پزیر ہو گیا یا شکار مجروح ہو گیا ہے۔ تو قتل یا مجروح کرنے کے جرم کی صورت بن جائے گی۔ اور وار خالی گیا ہے۔ تو اقدام قتل کے جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے۔

''سرکار بنام الٰہی بخش'' (2) میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے سرکاری ملازم کے حاجت مند پر اس طرح دباؤ ڈالنے کہ اس کے فریق کی رہائی کے احکام پر نمبر اور مہر لگانے سے انکار کرے تو استحصال رشوت کا اقدام اس بنا پر قرار دیا کہ اس کے آڑے آیا۔ لہٰذا اس کا مذکورہ انکار (نمبر اور مہر لگانے سے) رشوت یابی کا اقدام یعنی (attempt) کے جرم کی تکمیل کے لئے کافی قرار دیا گیا۔

اب زنا بالجبر کی کوشش کے زیر بحث واقعہ میں جہاں گھر سے باہر گلی میں لڑکی کو دیکھ کر اسے فعل بد کی غرض سے بیٹھک میں لے جانے کا خیال ملزم کے دل میں پیدا ہوا۔ جرم کی نیت یا ارادہ ہو گیا۔ اب اسے پھسلا کر یا لالچ دے کر بیٹھک میں لے جانا اس جرم کے ارتکاب کی تیاری ہے۔ اسی طرح ملزم کا اپنی شلوار اتار دینا بھی اسی تیاری کے زمرہ میں آتا ہے۔ لیکن جونہی اس نے مظلومہ کو برہنہ کیا اور بقول اس کے اس نے اس کے ساتھ بری حرکت کرنا چاہی۔

جرم کی تکمیل کی طرف عملی قدم اٹھ گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ مظلومہ کی چیخ و پکار پر گواہوں کی آمد نے اس ارادہ اور اقدام کو زنا بالجبر کی حد تک پہنچنے نہیں دیا ورنہ اس جرم کا ارتکاب مکمل ہو جاتا۔ اب یہ مظلومہ کی شلوار اتارنے کا فعل جو ایک خلاف قانون حرکت اور اپنی ذات میں خود ایک جرم ہے۔ ارتکاب زنا بالجبر کی تکمیل کی طرف ایک قدم تھا۔ اور ملزم کا یہ فعل تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر 511 کی تصریح میں کلیۃً آ جاتا ہے۔ اس لئے فاضل عدالت ماتحت کے ملزم اپیلانٹ کو آرڈیننس نمبر 7 سال 1979 کی دفعہ 10 باشتراک دفعہ نمبر 18 کے تحت مجرم قرار دینے پر کوئی حرف گیری نہیں ہو سکتی۔

متذکرہ صدر وجوہات کی بنا پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ ملزم کے خلاف اقدام زنا بالجبر کا جرم بغیر کسی شک و شبہ کے ثابت کرنے میں استغاثہ پوری طرح کامیاب رہا ہے۔ اور اس ضمن میں

اسے مجرم قرار دیا جانا بہر کیف قابل اعتراض نہیں ہے۔

اب اس بحث کے نتیجہ میں آخری بات جو زیر غور آتی ہے۔وہ مجرم اپیلانٹ کو فاضل عدالت کی طرف سے دی گئی سزا ہے۔روئداد سے ظاہر ہے کہ مجرم اپیلانٹ 17/18 سال کا ایک آشفتہ سر نوجوان ہے۔اگرچہ یہ امر شہادت قابل افسوس ہے کہ قوم کے کچھ بچے جوانی کی حدود میں داخل ہوتے ہی سفلی جذبات سے یوں مغلوب ہو جائیں جیسے یہ اپیلانٹ ہوا ہے۔تاہم یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف تو 5 سال کی قید با مشقت زیادہ گراں بار ہے۔اور دوسری طرف مظلومہ کی ذہنی و روحانی اذیت کے معاوضۃ کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا۔اور اس نکتہ نظر سے سزائے جرمانہ بہت کم ہے۔جسے بڑھا کر مظلومہ کو مجرم کی طرف سے پہنچائی گئی اذیت کا ازالہ بھی ضروری ہے۔اس قابل افسوس اور شرمناک واقعہ میں ایک کمسن لڑکی کو نہایت ہی کرب واذیت سے گزرنا پڑا ہے۔جس کی تلافی صرف اسی صورت میں کچھ ممکن ہو سکتی ہے کہ جرمانہ کی مقدار میں اضافہ کیا جا کر ایسا وصول شدہ روپیہ مظلومہ کو دلوایا جائے۔اس لئے ہم نے بدوران سماعت سزائے جرمانہ میں اضافہ کئے جانے کے خلاف اظہار وجوہ کا نوٹس اپیلانٹ کے فاضل وکیل صاحب کو دیا۔مگر فاضل وکیل صاحب اس حق سے دستبردار ہو گئے۔

ہمارے نزدیک انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مجرم کو دی گئی سزائے قید میں تخفیف کر دی جائے۔چنانچہ ہم اسے کم کر کے تین سال قید با مشقت مقرر کرتے ہیں۔اور مجرم کو دی گئی سزائے جرمانہ 1,000 روپیہ کو بڑھا کر 3,000 روپیہ کرتے ہیں۔جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں مجرم کو مزید ایک سال کی قید سخت برداشت کرنا ہوگی۔اس جرمانہ کی وصولیابی کی صورت میں یہ رقم مظلومہ مسماۃ غلام سکینہ کو دفعہ نمبر 545 مجموعہ ضابطہ فوجداری کے تحت اذیت کے معاوضہ کے طور پر اس کے والد شیر محمد کے توسط سے ادا کر دی جائے۔مجرم اپیلانٹ نے فاضل عدالت ماتحت کی طرف سے سزایابی کے فیصلہ کے صدور سے قبل جتنا عرصہ حالت قید و بند میں گزارا ہے۔وہ تمام عرصہ اس تین سال قید کی میعاد سے منہا کیا جا کر کاٹی گئی سزا میں محسوب ہوگا مجرم اپیلانٹ کو 5 درے مارے جانے کی سزا بحال رکھی جاتی ہے۔

16 اگست 1981ء کو صادر کئے گئے مختصر حکم میں بیان کردہ سزاؤں کی ترامیم اور ان کی تائید میں ان توضیحات کے ساتھ اپیل مسترد کی جاتی ہے۔

اپیل مسترد S.A.H.

;